فون نمبر: 5863260
5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 101 | 3 رمضان المبارک تا 4 شوال 1435 ہجری یکم جولائی تا 31 جولائی 2014ء | شمارہ نمبر 14-13

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم) کا عقیدہ

''مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا''۔ (کرامات الصادقین، ص ۲۵)

''ہم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل وجان سے یقین رکھتے ہیں۔ قرآن شریف کو خدا تعالیٰ کی سچی اور کامل کتاب سمجھتے ہیں اور سچے دل سے خاتم الکتب جانتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے خاتم النبین سمجھتے ہیں۔ وہی نمازیں ہیں، وہی قبلہ ہے۔ اسی طرح ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ حج اور زکوۃ میں بھی کوئی فرق نہ ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کے سبب سے ہمیں یہود ونصاریٰ سے بدتر ٹھہرایا گیا''۔ (الحکم، ۶ جنوری ۱۹۰۸ء)

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا

عیدالفطر کا پیغام

میں تمام احباب جماعت کو عیدالفطر کی دِلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور

اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ یہ عید آپ سب کے لئے نہ صرف آج کے دن

بلکہ تمام آنے والی زندگی میں خوشیوں کا موجب ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کی رمضان المبارک کی عبادات کو قبولیت عطا فرمائے اور

جو آپ نے نیکیوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا

وہ تاحیات قائم رہے۔ آمین

اس عید پر قرآن سے خصوصی لگن اور اس پر مکمل عمل کرنے کا جو تہیہ ہم نے کیا

ہے اللہ تعالیٰ اُس پر عمل کرنے میں ہمیں استقامت عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع ''5 رمضان المبارک 1435 ہجری''

بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔ چند دن، پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے گنتی (پوری) کی جائے۔ اور جو اس میں مشقت پاتے ہوں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ پھر جو کوئی تکلیف سے نیکی کرتا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہیں اگر تم جانو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق اور باطل کو الگ کر دینے کی کھلی دلیلیں ہیں۔ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۸۴-۱۸۳)

آج پانچ رمضان المبارک ہے اور ہم اس ماہ کی عبادات میں مشغول ہو چکے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اُس نے ہمیں ایک اور سال زندگی دی اور ہم رمضان کی عبادات میں مشغول ہیں۔

خدا تعالیٰ کا شکر کرنا اس لئے ضروری ہے کہ پچھلے سال کا جائزہ لیں تو بہت سی ایسی شخصیات تھیں جو روزے رکھتیں اور اللہ تعالیٰ کی قربت محسوس کرتی تھیں اور پورا ارادہ رکھتی تھیں کہ پھر موقع ملا تو انشاء اللہ رمضان کے روزوں سے فائدہ اٹھائیں گے لیکن ان کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں پورے ہو چکے تھے۔ مگر وہ لوگ آج ہم میں موجود نہیں ہیں۔ ہم سب ان لوگوں کے لئے دُعا کرتے ہوئے اس خطبہ جمعہ کا آغاز کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقامات اونچے کرے اور جو پیچھے اُن کے چاہنے والے رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو صبر عطا فرمائے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ایک فرد بھی ہم سے جدا ہو جائے تو ہم یوں محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے خاندان کا کوئی فرد ہم سے جدا ہو گیا۔

ماہِ رمضان کی اہمیت

اس ماہ کی اہمیت قرآن کا نزول ہے جو ہماری ہدایت اور ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ذریعہ ہے۔ اس کا آغازِ نزول اس ماہ مبارک میں ہوا۔ اور قرآن کریم کے نازل ہونے کے ساتھ ہی جب اقراء باسم ربک الذی.... کا حکم آ گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی آغاز ہو گیا اور اُس کے ساتھ **نبوتوں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور جس نبی کا انتظار تھا وہ بھی آ گیا اور ان کے بعد کسی کو نبی مان لینا یا کسی نبی کی امید پر بیٹھے رہنا ایک بہت بڑی غلطی ہے اور ہم وہ واحد جماعت ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی آنے کے انتظار میں نہیں۔**

یہ مہینہ اس لئے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ رحمت، برکت، اور مغفرت کا مہینہ ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک موقع عطا کیا ہے کہ ہم اُس کے ہاں اپنے لئے، اپنے جاننے والوں کے لئے، اس جماعت کے لئے، اس ملک کے لئے اور اس جہاں کے لئے رحمت، برکت اور مغفرت کی درخواستیں کریں اور اللہ تعالیٰ انہیں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

ان آیات میں یا یھا الذین امنو کتب علیکم الصیام آیا ہے۔

اس میں کتب کا مفہوم مختلف مفسرین نے مختلف طریقوں سے لیا ہے۔اس کا ترجمہ یہ بھی لکھا گیا ہے ''تمہارے لئے روزے لکھے گئے'' اور ایسے لکھے جانے کی بھی بڑی اہمیت ہے کہ کوئی حکم زبانی ہو تو کبھی وہ سمجھا نہ جاسکے یا اُس میں ایسا کوئی خدشہ آجائے کہ ہر کوئی اپنے اپنے طرح پر عمل کرے اور ایک یہ کہے کہ یہ کہا گیا تھا اور دوسرا کچھ اور عمل کرے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ **''روزے لکھے گئے ہیں''** اس لئے اس حکم میں اب کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ہم نے اس کو ادا کرنا ہے۔

اسی مفہوم کو آگے لے جاتے ہوئے ''بیان القرآن'' میں مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کتب کا ترجمہ ''ضروری ٹھہرائے گئے'' کرتے ہیں۔آپ ہی کی انگریزی تفسیر لے لی جائے تو اس میں جہاں پر اُردو میں ''ضروری ٹھہرایا گیا'' لکھا ہے ۔انگریزی میں Fasting has been prescribed for you یعنی کہ **اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کے ذریعہ ایک نسخہ تجویز کیا ہے۔** روزہ واقعی ایک بہت بڑے علاج کا ذریعہ ہے اور ایک خاص قسم کی عبادت بھی۔

آج کل اگر اس ماہ مبارک میں زیادہ تر لوگ روزہ رکھ رہے ہیں تو شاید اگر کسی نے نہیں بھی رکھا تو ہم یہی قیاس کرتے ہیں کہ یہ روزہ دار جا رہا ہے اور کبھی ہم سوچتے ہیں کہ یہ چھوٹا سا بچہ ہے اس نے کیا روزہ رکھنا ہے لیکن اس کا بھی روزہ ہوتا ہے۔

جو لوگ ثواب کے لئے ماہِ رمضان کے علاوہ روزے رکھتے ہیں ان کا کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ روزے سے ہیں سوائے اس کے کہ سب کو بتاتا پھرے کہ میں روزے سے ہوں ۔ یہ ایک خاص قسم کی عبادت ہے کیونکہ اس میں دکھاوا نہیں آتا۔ بڑے بڑے سجدے، بڑے بڑے چندے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے دکھاوے کے لئے بھی کر رہے ہوتے ہیں لیکن روزہ ایسی عبادت ہے جو خدا کو پسند ہے۔یہ اس لئے کہ عبادات میں اس کا ایک منفرد مقام ہے۔

اسلام میں باقی مذاہب کی طرح جنگلوں میں چلے جانے اور دنیا سے کٹ جانے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو ہم دنیا میں رہ کر دنیاداری کے ساتھ ساتھ کر رہے ہوتے ہیں۔اس کو مولانا رومیؒ نے ایک بہت ہی اچھے طریقے سے سمجھایا ہے۔انہوں اس کی مثال ایک گھڑے سے دی ہے۔ کسی گھڑے کو پانی میں رکھیں تو وہ پانی کے اوپر تیرتا جائے گا اور اگر اسی گھڑے کو آپ پانی کے اوپر الٹا رکھ دیں تو پھر بھی وہ تیرے گا۔اور اس کے ذریعہ لوگ بڑے بڑے طغیانی والے دریا عبور کر لیتے ہیں۔اس مثال میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ انسان کا جو وجود ہے وہ ایک گھڑے کی طرح ہے۔وہ دنیا میں رہ رہا ہے دنیا کا اس نے فائدہ اٹھانا ہے۔ جیسے گھڑا پانی کے بغیر تیر نہیں سکتا اور کسی چیز کو دور نہیں لے جاسکتا۔اسی طرح آگے بڑھنے کے لئے روحانی طور پر ہم نے دنیا کا فائدہ اٹھانا ہے۔لیکن دنیا کے زہریلے اثرات اگر ہمارے اندر داخل ہو جائیں جیسے اگر گھڑے میں پانی داخل ہوجائے تو وہ ڈوب جائے گا۔اسی لئے اس زندگی کا مقصد یہی ہے کہ گھڑے کی طرح پانی میں رہو لیکن پانی کو اپنے اندر داخل نہ ہونے دو تا کہ اپنا مقصد حیات پاسکو۔اسی لئے ہم دنیا میں جو سبق سیکھ سکتے ہیں وہ یہی ہے کہ ہم دنیا کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آخرت کی تیاری میں لگے رہیں اور جیسے کہ سورۃ البقرہ کی آیت 201 میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں (بھی) بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا''۔تو فی الدنیا حسنۃً کو ہم صرف دنیا ہی کی چیزیں مانگنے کے لئے نہیں بلکہ دنیا میں اُن چیزوں کو بھی مانگنے کے لئے استعمال کریں جو ہمیں آخرت میں بھی کام آئیں تا کہ ہم عذاب نار سے بچ سکیں۔

رمضان کے متعلق جو میں بیان کر رہا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نسخہ ہے جو اس نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔اللہ تعالیٰ انسان کے اندرونی تمام بھید جانتا ہے۔ہمارے جسم کی تمام بیماریوں سے وہ واقف ہے۔کوئی بیمار پڑ جائے تو ہم سب بتاتے ہیں کہ یہ بیمار ہے بلکہ بیمار خود بھی سب کو بتاتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔لیکن روحانی بیماری جو انسان کو لگ جاتی ہے اس کو نہ کوئی انسان بتا سکتا

ہے اور نہ ہی وہ انسان جس کو بیماری لگی ہو وہ چاہتا ہے کہ اس کا عیب کسی پر ظاہر ہو۔

رمضان ان باطنی نہ کہ ظاہری بیماریوں کے علاج کا مہینہ اور موقع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہماری وہ بیماری جو اس سے مخفی نہیں اس کی پردہ پوشی کر کے تمام مخلوق پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ورنہ کوئی انسان دنیا میں نہ ہو جو دوسرے انسان کو منہ دکھانے کے قابل ہو۔ اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

جو ہستی انسان کی اندرونی روحانی بیماریوں کو جانتی ہے اور اسی نے انسان کی تخلیق کی ہے۔ تو یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اس کا علاج بھی وہی جانتا ہو۔ جس طرح کسی نے مشین تیار کی ہو تو وہ مشین کے پرزے پرزے سے واقف ہوتا ہے اور اگر اُس مشین میں کوئی نقص آجائے تو اُس کے موجد سے زیادہ اُس کو کون بہتر جانتا ہوگا؟ اس لئے اللہ تعالیٰ انسان کی جسمانی اور روحانی حالتوں کو خوب جانتا ہے اور اس کا علاج بھی کر سکتا ہے۔

ہر ایک دوا لینے کا کوئی وقت ہوتا ہے اور کچھ عرصہ ہوتا ہے جس کے لئے وہ لی جاتی ہے۔ اس لئے اگر کسی کو بیماری ہو تو اس کا علاج کرنے سے انسان کو شفا مل جاتی ہے لیکن اگر ڈاکٹر نسخہ لکھ دے اور بتا دے کہ اتنے عرصہ اور اتنی مقدار میں دوا لینی ہے مگر مریض عمل نہ کرے تو بیماری ٹھیک نہیں ہو سکتی بلکہ اور بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے رمضان کو رکھا اور پھر کتنے روزے رکھنے ہیں یہ بھی بتا دیا یعنی 29/30 دن۔ سحر اور افطار کے وقت بھی بتا دیئے لیکن اگر ہم عمل نہ کریں اور علاج ہو جانے کے بعد وہ پرہیز بھی نہ کریں جو بتائی گئی ہے تو پھر بیماری دوبارہ آجائے گی۔ اس لئے ہم روزوں کی وجہ سے اگر اپنے روحانی علاج میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن اس علاج کے بعد دوبارہ روحانی بیماریوں سے بچنے کی تدبیر نہیں کرتے اور جو نیکیوں کی اللہ تعالیٰ نے رمضان میں ہمیں توفیق دی وہ ہم عید کے دن ترک کر دیتے ہیں۔ پھر نہ قرآن، نہ نماز، نہ تہجد، نہ سچائی اور جن جن پرہیزوں سے ہم گذرے وہ تمام چھوڑ دیتے ہیں۔

یہ عام مشہور ہو گیا ہے کہ روزہ کھانا نہ کھانے یا پانی نہ پینے کو کہتے ہیں لیکن روزہ تمام جسم کے ان حصوں کا بھی ہے جو انسان کا کردار بننے میں کام آتے ہیں۔ اُن سب کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہوئی ہے کہ ان کو اچھا یا بُرا استعمال کیا جائے۔

مثال کے طور پر انسان کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی قوت دی ہے۔ ہم گندی باتیں کر سکتے ہیں، گالی گلوچ کر سکتے ہیں، غصہ آئے تو بس آپے سے باہر بھی اسی کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ سب سے بُرا گناہ جو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ہے جس کی مثال اس نے یوں دی ہے کہ کسی کا بھائی مرجائے اور وہ اس کا گوشت کھانا شروع کر دے یعنی کہ غیبت یہ بھی زبان کے حصے میں آتی ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم سچ بھی اس سے کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کریم بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اس وقت بول سکتے ہیں جب ہمیں بولنے کی ضرورت ہو۔ خاموش اس وقت ہو سکتے ہیں جب خاموش ہونے کا وقت آجائے اور کسی کی غیبت نہ کریں، تو پھر ہم اس کا اچھا استعمال کرتے ہیں۔

گو کہ خدا نے ہر چیز کو اچھی اور بُری صلاحیت دی ہوئی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایٹمی طاقت۔ جس کے بڑے فائدے بھی ہیں لیکن اسی کے ذریعہ ہم پوری دنیا تباہ بھی کر سکتے ہیں۔ یہی حال ہمارے جسم کے حصوں کا ہے۔ سب نوجوان اور بزرگ جو یہاں بیٹھے ہیں، گھر جا کر یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا کیا دیا ہوا ہے۔ ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ، ان کی فہرست بنائیں کہ ان سے اچھائی کیا کر رہے ہیں اور کیا کیا برائی کر رہے ہیں۔ رمضان میں ہم نے اب کیا برائیاں چھوڑی ہوئی ہیں اور ان کو چھوڑے رکھیں گے۔ آنکھوں سے کیا برائی کی اور کیا اچھائی۔ اسی طرح ہم اپنا اپنا محاسبہ کریں کیونکہ ہر ایک کی روحانی بیماری اپنی اپنی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اکثر اوقات ہم بھی جانتے ہیں۔ اپنے ہر حصہ کا جائزہ لیں کہ میں نے اس کا اچھا استعمال اور بُرا استعمال کیسے کیا۔ کیونکہ جہاں پر خدا نے ان کے استعمال کی آزادی دی ہوئی ہے وہاں پر جزا اور سزا کا تصور بھی ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔ تو رمضان میں ہم جو اچھائی کریں

اُس کو مسلسل کرتے رہنے کی کوشش کریں۔

قرآن ہی ہے جو ھدی اللناس اور ھدی اللمتقین ہے۔ آج کے خطبہ کے حوالہ سے ہم متقین کو ایسے لے سکتے ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو روحانی بیماریوں سے شفا پا گئے کیونکہ اُنہوں نے پرہیز بھی ٹھیک کی اور علاج بھی ٹھیک کیا اور قصد بھی کرلیا کہ پرہیز کرتے رہیں گے اور جو مسلسل اس کو جاری رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس پر بھی عمل کریں گے۔

ڈاکٹر تو کہہ دیتا ہے کہ تمہیں شوگر ہے دوائی کھاؤ اور فلاں چیز نہ کھاؤ لیکن جب اُس کی ہدایت پر عمل کا مسئلہ آتا ہے تو پھر وہاں پر انسان اس کے برعکس کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی بیماری کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صورت میں پورا نسخہ دے دیا کہ یہ نہیں کرنا اور یہ کرنا ہے تو پھر عمل کا مسئلہ یہاں پر بھی آجاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کا پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اشد ضروری بن جاتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمدؒ صاحب نے قرآن کریم کے بارے میں اپنی کتاب ''اعجاز المسیح'' میں ایک کہاوت کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں جس کہاوت کا حوالہ دیا ہے وہ اہم ہے اور اسی پر میں آج کا خطبہ ختم کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ **''ولی قرآن سے نکلتا ہے اور قرآن ولی سے نکلتا ہے''** یہ بات بآسانی سمجھ آجاتی ہے کہ ولی قرآن پڑھ کر ہی بنتے ہیں۔ قرآن پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہی ولی اللہ اور غوث بنتے ہیں۔

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ **قرآن ولی سے کیسے نکلتا ہے؟** اس پر اگر ہم غور کریں تو جب ولی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کے معارف دے دیتا ہے جو صرف ولی اللہ کے دلوں میں اللہ ڈالتا ہے۔ تو ہر ولی کو جب اللہ تعالیٰ قرآن کے معارف سے نوازتا ہے تو پھر اُس کے علم سے عام لوگوں کے لئے قرآن کا علم بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے قرآن ولی کے معارف سے ایک اور نئی شکل لے کر نکلتا ہے۔ تو یہ ہے قرآن کا ولی سے نکلنا۔ قرآن میں جتنا تدبر کیا جائے اور پڑھتے وقت سوچ کر پڑھا جائے نہ کہ اس ارادے سے کہ میں نے اس رمضان میں اتنی دفعہ قرآن ختم کرنا ہے بلکہ صرف ایک دفعہ پورا قرآن سوچ سمجھ کر پڑھیں اور اس کے معنی سمجھیں تاکہ پتہ چلے کہ قرآن کہتا کیا ہے۔ یہ جو ہماری روحانی بیماریاں ہیں ان کے لئے وہاں کیا نسخے لکھے ہوئے ہیں۔ کیا تجاویز ہیں جن پر ہم نے عمل کرنا ہے۔ اس لئے رمضان المبارک قرآن پر بہت غور کرنے کا مہینہ ہے۔ کبھی کبھی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ جس توضیع اوقات میں ہم مشغول ہیں وہ زیادہ اہم ہے کہ نماز اور عبادات۔ یہ فیصلہ ایسے ہی ہے جیسے کہ فیصلہ کرنا ہو کہ ہم نے گھڑے کو پانی کے اوپر رکھنا ہے اور اس کو تیرتے رکھنا ہے یا اس کے اندر پانی جانے دینا ہے۔

دُعا

اس دُعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں ، رمضان المبارک سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان روزوں کو بابرکت بنائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کا حق ادا کرسکیں اور یہ روزے ہماری آنے والی زندگیوں کے لئے روحانی ترقی کا باعث بنیں۔ ہم دعا کرتے ہیں اپنے ملک کے حالات کے لئے ، اس کی افواج کے لئے جو خطروں میں کود کر ہماری حفاظت کے لئے آگے بڑھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری فوج کی نصرت فرمائے اور اسے کامیاب کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفا عطا فرمائے اور ہمارے ملک اور جماعت کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

☆☆☆☆

روزوں کی مشقت اور عید کی راحت میں ایک شاندار سبق

موجودہ جنگ میں خدا کی ہستی کے کھلے نشانات

تشہد وتعوذ کے بعد حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ عید مسلمانوں کے لئے ایک بڑا بھاری سبق اپنے اندر لاتی ہے۔ اور وہ سبق یہ ہے کہ جب انسان اپنا فرض ادا کرنے میں کوئی تکلیف اُٹھاتا ہے تو اس کا نتیجہ لازماً راحت اور خوشی کے رنگ میں نمودار ہوتا ہے۔ ہر تکلیف کا، جو اس رنگ میں اُٹھائی جائے، نتیجہ راحت ہے۔ پھر جتنا اس تکلیف کا دائرہ چھوٹا ہو یا ایک انسان کی ذات تک محدود ہو، اسی قدر راحت کا دائرہ بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ اور جتنا تکلیف کا دائرہ بڑا ہوتا ہے۔ مثلاً بہت سے انسان یا ایک قوم کوئی تکلیف اُٹھائے، اتنا ہی راحت کا دائرہ بھی وسیع ہو جاتا ہے۔

عالمگیر مجاہدہ کا نظارہ:

چنانچہ آج ہم اس کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں۔ کس طرح تمام روئے زمین پر، جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے، تمام مسلمانوں نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے فرض کو ادا کیا۔ اور وہ فرض کیا تھا؟ وہ بھوک پیاس اور بعض دوسری تکالیف کو برداشت کرنا۔ ایک گھر میں نہیں، ایک بستی میں نہیں، ایک ملک میں نہیں بلکہ ساری روئے زمین پر جہاں کہیں کوئی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے والا نظر آتا ہے، وہاں یہی نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔

دوسرا نظارہ:

دوسرا نظارہ کیا نظر آتا ہے؟ وہ یہ ہے، کہ ان تیس دن کی تکلیف کے بعد جہاں کہیں روئے زمین پر کوئی آبادی، کوئی بستی، کوئی ملک بلکہ کوئی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والا ہے، وہ عید کی خوشی منا رہا ہے۔ کسی کے گھر میں بیماری ہو۔ کوئی کسی تکلیف میں مبتلا ہو یا کسی حالت میں ہو۔ مگر اس خوشی میں سب شریک ہو جاتے ہیں۔ اجتماع کی صورت میں بھی اور خدا کے آگے جھک کر بھی۔

دیگر قوموں کے تہوار اور عید میں فرق:

مسلمانوں نے عید کے تہوار پر بہت کم غور کیا ہے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جس طرح اور قوموں کے تہوار ہیں، اسی طرح سے مسلمانوں کے اندر عید کا تہوار ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اور قوموں کے تہواروں کو مسلمانوں کے خوشی کے دن کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ دیگر قوموں میں کوئی تہوار یا جشن کے دن کو کسی تکلیف سے وابستہ نہیں کیا گیا۔ اگر ایسا ہے تو کوئی شخص ایک نمونہ ایسا دکھائے کہ جہاں انسانوں کی خوشی کو تکلیف کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہو! ہندوؤں کے اندر ہولی یا عیسائیوں کے اندر کرسمس کے تہوار آتے ہیں۔ جن میں ایک طرف اگر خوشی صرف حیوانی رنگ میں ہے، یعنی خدا تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، تو دوسری طرف وہ خوشی کسی تکلیف کے ساتھ وابستہ نہیں، جس سے انسان کوئی عملی سبق حاصل کر سکے۔ مگر مسلمان جب کوئی تکلیف اُٹھاتے ہیں، تب ایک خوشی کا دن آجاتا ہے۔ اور پھر اسے خوشی میں صرف جسمانی راحت نہیں، روحانی راحت کا بھی سامان ملتا ہے۔

فرض اور خوشی:

یہ ایک عملی سبق ہے کہ تکلیف کے بعد، جو فرض کی ادائیگی کے طور پر اُٹھائی جائے، خوشی ہوتی ہے۔ عید کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بات بتائی ہے کہ جو شخص دُکھ اُٹھاتا ہے، اس کے لئے راحت کی خوش خبری ہے۔ یوں بھی قرآن کریم میں فرمایا ترجمہ: ''تو تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ ہاں تنگی کے ساتھ

آسانی ہے'' (6-5:94)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قولی سبق ہے۔ اور عملی سبق وہ ہے، جو آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تیس دن کی مشقت کے بعد خوشی کا دن میسر آیا۔

باقی مسلمانوں سے الگ ہونے کی وجہ:

اس وقت آپ کو معلوم ہے کہ ہم ایک محدود گروہ یا ایک چھوٹی سی جماعت کی صورت میں یہاں جمع ہیں۔ کیوں جمع ہیں؟ خوب یاد رکھئے۔ اگر ایک فرض کی ادائیگی ہمارے پیش نظر نہ ہوتی، تو ہمارا دوسرے مسلمانوں سے الگ ہونا بے سود تھا۔ وہ فرض ہے اعلاء کلمۃ اللہ کا۔ اس فرض کی ادائیگی کے لئے ہم ایک الگ جماعت کی صورت میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے ایک چیز کو اپنے سامنے رکھا ہے اور وہ ہے اعلاء کلمۃ اللہ، تبلیغ اور اشاعت اسلام۔

تبلیغ اسلام سب سے بڑا کام ہے:

تبلیغ کیا ہے؟ کلمہ حق دوسروں کو پہنچانا۔ تبلیغ ایک مسلمان کو بھی ہوسکتی ہے۔ جب کسی مسلمان کو خدا کے آگے جھکنے کے لئے کہا جائے، تو یہ تبلیغ ہی کا کام ہے۔ مگر ایک بات یاد رکھئے۔ خدا کے احکام میں بعض حکم چھوٹے ہوتے ہیں اور بعض اہم ہوتے ہیں۔ تبلیغ و اشاعت اسلام میں سب سے بڑا کام ایک خدا کی ہستی کو منوانا۔ خدا کی ہستی پر یقین اور ایمان پیدا کرنا، وہ ایمان جس کو زندہ ایمان کہا جاسکے، وہ ایمان جس سے انسان کے اندر قوت عمل پیدا ہو۔ یوں کہنے کو خدا کی ہستی پر ایمان رکھنے کا بہت لوگ دعوٰی کرتے ہیں۔ لیکن وہ قوت عمل جو زندہ ایمان سے پیدا ہوتی ہے، اس کے اندر نہیں ہوتی کیونکہ ایمان دل میں نہیں گڑا۔ جب خدا پر ایمان انسان کے دل میں جگہ لے لیتا ہے، تو اس کے اندر قوت عمل پیدا ہوجاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جب ایک دانہ زمین کے اندر چلا جاتا ہے، تو اس کے اندر زندگی اور نشو و نما کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اگر انہیں دانوں کا زمین کے اوپر ڈھیر لگا رکھو، تو نہ صرف ان میں زندگی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ کچھ دیر کے بعد وہ خود سڑنے لگ جاتے ہیں۔

خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنا سب سے پہلا کام ہے:

خدا کی ہستی پہ یقین اور ایمان پیدا کرنا سب سے پہلا کام ہے، جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضروری ہے۔ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمایا جب دنیا اس کو بھول چکی تھی اور اس کو چھوڑ چکی تھی۔ اس وقت سب سے پہلی جس کی طرف اللہ نے اپنے رسول کو توجہ دلائی، وہ کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ کی ہستی کی طرف توجہ دلانا۔ چنانچہ قرآن کریم کی ابتدائی آیات میں، جو مکہ میں نازل ہوئیں، بار بار انہی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوجائے۔ بعد میں مدینہ میں جاکر احکام نازل ہوئے۔ لیکن ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ہی دلائل دیئے ہیں۔ یہ دلائل اگرچہ سب کے لئے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا ایمان کس کا ہوسکتا ہے جن کو اور کسی دلیل ہی کی ضرورت نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہی کافی ہے!

اپنی ہستی کو منوانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا طریق:

عام طور پر اپنی ہستی کو منوانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک طریق اختیار فرمایا کہ کچھ باتیں قرآن کریم میں ایسی بتا دیں، جو انہونی نظر آتی تھیں۔ اسی لئے کفار کہتے تھے ''یقیناً یہ دیوانہ ہے'' (51:68) یہ تو پاگلوں کی باتیں کررہا ہے۔ وہ کہتا تھا، تمہاری طاقت ٹوٹ جائے گی۔ نیست و نابود ہوجائے گی۔ مٹ جائے گی۔ یہ تمام طاقتیں جو جمع کررہے ہو، فنا ہوجائیں گی۔ یہ باتیں بظاہر انہونی تھیں، ناممکن تھیں، لیکن انہی باتوں کو بالآخر پورا کرکے اپنی ہستی کو اس طرح کھلا انسانوں کے سامنے ظاہر کیا کہ وہ ان کو اسی طرح نظر آنے لگا جس طرح ہم ان جسمانی آنکھوں سے جسمانی چیزوں کو دیکھتے ہیں!

ملک عرب میں انقلاب:

چنانچہ وہ انقلاب ملک عرب میں پیدا ہوا کہ صرف بیس سال کے عرصہ میں سب طاقتیں فی الواقعہ ختم ہوگئیں۔ اور سب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے جھکنا پڑا۔ اس سے خدا کی ہستی پر ایک زندہ ایمان پیدا ہو گیا۔ اس لئے کہ وہ باتیں جو انہونی نظر آتی تھیں، وہ پوری ہو گئیں۔ یہ وہ چیز تھی، جس نے ملک عرب میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور وہ جو خدا کی ہستی پر ایمان نہ رکھتے تھے، انہیں اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین پیدا ہو گیا کہ اس کے ذریعہ سے انہوں نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔

انقلاب کے عظیم الشان نتائج:

بعض وقت دنیا میں ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں، ایسے واقعات سامنے آتے ہیں، کہ انسان دیکھ لیتا ہے کہ ہاں! یہ خدا ہے۔ عرب کے رہنے والوں نے بھی خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس لئے ان کے اندر ایسی قوت پیدا ہو گئی کہ وہ ملک عرب جو کوئی طاقت نہ رکھتا تھا۔ جو غلاموں کا ملک تھا، جس کے اندر کوئی علم نہ تھا، کوئی سامان نہ تھے جو ان کی طاقت کا موجب ہوتے، کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی، ان کے اندر وہ قوت پیدا ہوئی کہ کل دنیا پر چھا گئے۔ بڑی بڑی سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیا۔ اور ان پر قابض اور متصرف ہو گئے۔ علم اور حکمت میں سب پر فوقیت لے گئے۔ اخلاق میں اور ہمدردی اور خدمت خلق میں دنیا کی قوموں کے معلم بن گئے!

خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین اور عربوں کا بلند مقام:

جس قدر انسان کے اندر خدا کی ہستی پر یقین اور ایمان پیدا ہوتا ہے، اسی قدر انسان کو بھی بلند سے بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ یہی وہ یقین اور ایمان تھا، جس نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ یہ یقین اور ایمان ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ کر پیدا ہوا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے انتہائی بے کسی کے وقت نکلوائی گئیں۔ اسی یقین اور ایمان کا نتیجہ تھا کہ نہ فتوحات میں دنیا کی کوئی قوم ان کا مقابلہ کر سکی، نہ خدمت خلق کے کاموں میں کوئی قوم ان سے آگے بڑھ سکی، نہ علم میں کوئی اس سے سبقت لے گئی، نہ زہد اور عبادت میں کوئی اس پر فوقیت لے گئی، اور نہ اخلاق میں کوئی اس بلندی تک پہنچ سکی۔ کسی بھی پہلو سے دیکھ لو، دنیا کی کوئی قوم، کوئی انسان ان کا مدِ مقابل نظر آتا ہے؟ اور یہ کون لوگ تھے؟ یہ وہ تھے جو مردہ پڑے ہوئے تھے۔ کوئی زندگی ان کے اندر نہ پائی جاتی تھی۔ اخلاق میں، اعمال میں وہ دنیا کی تمام اقوام میں پست ترین حالت تک پہنچے ہوئے تھے۔ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کر کے انہیں معزز و ممتاز بنا دیا!

آج بھی خدا کی ہستی ظاہر ہو رہی ہے:

خوب یاد رکھیں کہ آج بھی بالکل اسی طرح پر خدا کی ہستی دنیا پر ظاہر ہو رہی ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد صلعم فرماتے ہیں: جن لوگوں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں، ان کو نظر نہ آ سکے تو الگ بات ہے۔ لیکن آنکھیں کھول کر دیکھیں تو پتہ لگے کہ کس طرح قرآن کے وہ الفاظ اور وہ باتیں جو آج سے تیرہ سو برس پہلے دنیا کو سنائی گئیں، آج واقعات کے رنگ میں پوری ہو رہی ہیں۔ دیکھو غور کرو۔ یہ قیاسی باتیں نہیں۔ ٹھوس واقعات ہیں۔ ایک طرف خدا کا کلام ہے اور دوسری طرف خدا کا کام۔

خدا کے کلام کا موجودہ حالات سے مقابلہ:

آپ دو کالم بنائیں، ایک طرف خدا کے کلام رکھیں اور دوسری طرف ان واقعات کو، جو آج دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ صاف نظر آ جائے گا۔ کہ جو باتیں خدا نے آج سے تیرہ سو سال پہلے فرمائی تھیں، وہ آج ایسی ننگی ہو کر پوری ہو رہی ہیں کہ کوئی حجاب درمیان میں نہیں رہا۔ کتنے وہ نظارے ہیں، جن کو ہماری آنکھیں قرآن کی روشنی میں دیکھ رہی ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں نے قرآن کو توجہ سے پڑھا ہی نہیں، ورنہ ان نظاروں کو دیکھ کر ان کے اندر ایک تازہ ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر پیدا ہو جاتا۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ قرآن کو توجہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اس کے اندر سے علم اور حکمت کے موتی نکالتے تھے۔ اور واقعات عالم میں اس کے الفاظ کا مشاہدہ کرتے تھے۔ مگر آج مسلمانوں کے اندر سے یہ جذبہ ختم ہو گیا ہے۔ غور کر کے دیکھیں تو کتنے

نظارے ہمارے سامنے آئے ہیں، جو قرآن کے الفاظ کا عملی نقشہ ہیں!

یاجوج اور ماجوج کا نظارہ:

میں دو چار باتیں ان میں سے بیان کرتا ہوں۔ دیکھئے۔ یہ نظارہ آج ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے یا نہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ترجمہ: ”یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے پھیل جائیں گے“ (96:21) کیا وہ یاجوج اور ماجوج ہماری آنکھوں کے سامنے کھل گئے یا نہیں؟ کیا دنیا کی ساری تاریخ میں کوئی نظیر موجود ہے کہ کوئی قوم دنیا پر ایسی چھا گئی ہو! بڑی بڑی فتوحات لوگوں نے کی ہیں سکندر اعظم کی فتوحات بہت مشہور ہیں۔ لیکن اس طرح سے تمام دنیا پر چھا جانا، جیسا یہاں نظر آتا ہے، کسی فاتح کی فتوحات میں نہیں پایا جاتا۔

دنیا کی بلندیوں پر قبضہ:

پھر ہماری آنکھوں نے یہ نظارہ بھی دیکھا ”اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے پھیل جائیں گے“ (96:21) کیا دنیا نے یاجوج اور ماجوج کو دنیا کی سب بلندیوں پر قابض ہوتے نہیں دیکھا؟ بے شک جن لوگوں نے تاریخ کو پڑھا ہے، وہ دیکھ لیں کہ اس کی نظیر پہلے نظر نہیں آتی۔ کہ دنیا کی کوئی قوم اس طرح بلندی پر چڑھ دوڑی ہو، جیسا ان اقوام کا حال ہے!

تہذیب وتمدن کے مراکز کا نظارہ:

پھر ایک اور بھی نظارہ ہم نے دیکھا۔ ارشاد خداوندی ہے، فرمایا ترجمہ: ”جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اسے اس کے لئے زینت بنایا ہے“ (7:18) قارئین کرام! کس طرح ریگستان لہلہاتے باغ بن گئے، کس طرح مٹی کی دیواروں اور پھوس کے چھپروں کی جگہ خوبصورت محلات بن گئے۔ اسی طرح قرآن کے الفاظ کو واقعات کے رنگ میں پورے ہوتے ہوئے ہم نے دیکھ لیا۔

صنعت وحرفت میں مغربی اقوام کا کمال:

ایک اور نظارہ بھی ہماری آنکھوں نے دیکھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ترجمہ: ”وہ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے بہت اچھے کام بنا رہے ہیں“ (104:18)۔ یہاں بھی عیسائی اقوام کا ذکر ہے، ان کی ساری کی ساری کوشش اس دنیا کی زندگی میں لگی ہوئی ہے اور انہوں نے نہایت اعلیٰ صنعتیں بنالیں ہیں اور کس طرح انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان صنعتوں کی وجہ سے اب ہمیشہ کے لئے دنیا پر قابض ہو جائیں گے۔

مغربی قوموں کا ہولناک تصادم:

پھر ایک اور نظارہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ،ترجمہ: ”اور ہم انہیں اس دن ایک دوسرے پر موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دیں گے“ (99:18) وہی قومیں جو دنیا پر چھا گئیں۔ کسی کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ ہم ایک دن لائیں گے کہ اس دن یہ ایک دوسرے کے اوپر موجیں ماریں گی۔ اور ایک دوسری کے اوپر چڑھائی کردیں گی۔ جس کا نظارہ پہلی جنگ عظیم و دوسری جنگ عظیم کی کی شکل میں دیکھا

جہنم کا آتشیں نظارہ:

ارشاد خداوندی ہے، ترجمہ: ”اس دن ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے“ (100:18)، یہ نظارہ بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس جہنم کو، جس کا انکار ہو رہا تھا، اپنی آنکھوں سے انہوں نے دیکھ لیا اور رات دن اس کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ سورہ الکھف میں عیسائی اقوام کے ذکر میں فرمایا ہے۔

تہذیب وتمدن کی عبرتناک تباہی:

پھر ایک اور نظارہ بھی ہم نے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ترجمہ: ”اور ہم یقیناً اسے جو اس پر ہے خالی زمین چٹیل میدان بنا دیں گے“ (8:18) یعنی جو کچھ زینت محلات کے رنگ میں اس زمین کے اوپر بنے گے۔ پھر ہم اسے گرد و غبار کی طرح اُڑا دیں گے۔ اور لہلہاتے باغوں کو ویرانے بنا دیں گے۔ چونکہ مٹی گرد و غبار کی صورت میں اوپر چڑھتی ہے، اس

لئے اسے صَعِیۡدًا کہا جاتا ہے۔ اور جُرُزًا اس زمین کو کہا جاتا ہے جس کی سبزی کاٹ دی جائے۔ اور وہ ویرانہ اور بنجر کی طرح ہو جائے۔ تو فرمایا یہ جو زمین کے اوپر بڑے بڑے محلات اور زینت کی جگہیں ہیں، ان کو ہم اُڑا کر گرد و غبار بنا دیں گے۔ اور جو باغات اور لہلہاتے کھیت ہیں، انہیں ویرانے اور بنجر زمینیں بنا دیں گے۔ کیا یہ نظارہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں؟ کس طرح سے بڑے بڑے عظیم الشان محلات اور زینت گاہیں، جہاں کل تک عیش و طرب کھیل رہے تھے، گرد و غبار بن کر اُڑ گئے اور لہلہاتے کھیت اور باغات کٹ کر زمینیں بنجر ہو گئیں۔

قریہ اور عذاب:

پھر ایک نظارہ ہماری آنکھوں نے دیکھا۔ اور یہ بہت ہی بعید بات تھی۔ مگر یہاں بھی قرآن کی صداقت کو اللہ تعالیٰ نے آفتاب کی طرح روشن کر کے دکھایا۔ فرمایا ترجمہ: ''اور کوئی بستی نہیں مگر ہم اسے قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کر دیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے'' (58:17) کوئی ایسا قریہ نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا سخت ترین عذاب میں مبتلا نہ کریں۔ قرآن کریم میں عذاب کے ذکر میں قریہ کا ذکر بہت آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ترجمہ: ''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے آسودہ حال لوگوں کو حکم بھیجتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں تب (سزا) کا حکم اس پر ثابت ہو جاتا ہے سو ہم اسے ہلاک کر دیتے ہیں جیسا ہلاک کرنا چاہیے'' (16:17) قریہ کے ایک معنی تو جمع کرنے کے ہیں اور دوسرے مہمانی کے رو سے اور قریہ ان مقامات کو بھی کہتے ہیں۔ جہاں لوگ جمع ہوتے اور جہاں مہمانی کا سامان ہوتا ہے۔ یعنی تہذیب کے وہ مرکز جہاں جلسے اور پارٹیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ان کے متعلق فرمایا کہ کچھ تو ہم ہلاک کر دیں گے، صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے اور کچھ کو عذاب شدید میں مبتلا کریں گے۔ کیا یہ واقعات کی صورت میں ہمارے سامنے نہیں آ گیا؟

اب حالت منتظرہ باقی نہیں رہی:

کون سی چیز ہے جس کے لئے حالت منتظرہ باقی ہے کہ خدا کی ہستی کا یقین اس سے آ جائے؟ پھر فرمایا: ''یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے'' (58:17) یہ کتاب کے اندر ہمیشہ سے لکھا ہوا موجود ہے۔ یہ علمِ الٰہی کی کتاب کے اندر لکھی ہوئی چیز ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ کیا آج ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیا کہ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں موجودہ تہذیب کی بستیاں اس کا مزہ چکھ چکیں۔ اور جو باقی ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی باری کب آنے والی ہے؟!

خدا اپنی ہستی منوانا چاہتا ہے:

اس میں شبہ نہیں کہ خدا اس زمانہ میں اپنے آپ کو منوانا چاہتا ہے۔ اور اپنے زور آور حملوں سے اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہے۔ غور کیجئے۔ کہ کس طرح آج آپ کی آنکھوں کے سامنے تمام باتیں، جو تیرہ سو سال پہلے کہی گئیں، پوری ہو رہی ہیں۔ ایک بات نہیں، دو نہیں، دس نہیں، سینکڑوں ہیں، جو اس قدر صفائی کے ساتھ خدا کی ہستی پر شہادت دے رہی ہیں کہ اس سے زیادہ صفائی ممکن نہیں۔

حضرت مسیح موعود کا زبردست احسان:

یہ تمام باتیں انسانوں کی آنکھوں سے مخفی رہ جاتیں، اگر ایک شخص کے قلب پر اللہ تعالیٰ نے وہ انکشاف نہ فرمایا ہوتا، جس سے یہ سب باتیں روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گئیں۔ اگر یاجوج ماجوج کا انکشاف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قلب پر نہ ہوا ہوتا تو دنیا کی نظروں سے یہ تمام پیشگوئیاں اوجھل رہتیں۔ اور قرآن کی صداقت اور خدا کی ہستی پر جو آج زبردست شہادت ہم دیکھ رہے ہیں، یہ اس کا احسان ہے، کہ اس نے ان حقائق کی خبر دی۔ اور یہ جماعت کھڑی کی، جس کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ ان حقائق کو دنیا میں پہنچائیں۔ اس لئے اس جماعت کو قوت دینا آپ کا فرض ہے۔ نمازوں میں شامل ہو کر اور جماعت کی تحریکات میں حصہ لے کر اس فرض کو ادا کریں۔

حضرت مرزا صاحب کا عظیم الشان کام:

لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے کیا کام کیا؟ میں کہتا ہوں۔کام کے نتائج کو دیکھنا ہو،تو دائرہ اثر وسیع کر کے ہی دیکھ سکتے ہو۔جس پیمانے پر لوگ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے ہیں،اسی پیمانے پر اس کے نتائج کو بھی دیکھتے ہیں۔ساری مسلمان دنیا نے روزہ کی تکلیف اُٹھائی،تو ساری مسلمان دنیا نے عید کی راحت کو حاصل کیا!

اگر مسلمانوں میں یہی احساس تبلیغ اور اعلاء کلمۃ اللہ اور قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے متعلق پیدا ہو جائے،جو روزہ کی مشقت کو اُٹھانے کے متعلق ہے،تو آج زبردست کام ہو سکتا ہے۔مگر بے شمار مسلمان اور ایک بہت بڑا حصہ اس چیز سے غافل ہے۔حضرت مرزا صاحب نے عظیم الشان کام کیا۔لیکن اب جس قدر لوگ اپنے آپ کو اس مشقت میں ڈالیں گے،جس کی طرف حضرت مرزا صاحب نے بلایا ہے،اسی پیمانے پر اس کے نتائج کو دیکھ لیں گے۔

جماعت سے اپیل:

میں آپ سے ایک اپیل کرتا ہوں۔آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ذرا قدم آگے بڑھاؤ۔ہم سب ایک فوج کے سپاہی ہیں۔اس فوج کے قواعد وضوابط سے انحراف کر کے اس کے اندر نہیں رہ سکتے۔جیسا کہ ایک شخص برادری کی رسومات کو توڑ نہیں سکتا۔اگر توڑتا ہے تو وہ برادری کے اندر نہیں رہ سکتا۔اسی طرح تم جس جماعت کے اندر ہو،اس کے بھی قواعد اور قوانین ہیں۔ان کو توڑ کر تم اس جماعت میں نہیں رہ سکتے۔یہی ہماری کمزوری ہے کہ جماعت کے قواعد کی پابندی پوری طرح نہیں کی جاتی۔یہ جو اس جماعت کے لوگوں سے اقرار لیا جاتا ہے۔کہ ہر ایک شخص تبلیغ اسلام میں حصہ لے گا۔اس کی پابندی ہر ایک شخص پر لازم ہے خواہ عورت ہو یا مرد۔اپنی اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کو اس میں حصہ لینا ضروری ہے۔

آمدنیوں کا ایک حصہ خدا کے راستہ میں دو:

ہر ایک کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو اس سے نظام ٹھیک نہیں رہتا۔اس لئے جماعت کا نظام بنانے کے لئے کچھ اولوالامر بنانے پڑتے ہیں۔اور ان کے احکام کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔بیشک تم جس قدر جی چاہے،کوشش کرو۔اور کماؤ اور کھاؤ۔لیکن اپنی آمدنیوں کا ایک حصہ ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے دے دیا کرو۔اس کو خدا کے لئے اپنے اوپر لازم کر لو۔اور کیسے بھی حالات ہوں،یہ خدا کا حصہ دینے میں تساہل نہ کرو۔تم ایک برادری کے فرد ہو۔جس کی یہ رسم ہے کہ اپنی آمدنی میں سے ایک آنہ فی روپیہ خدا کی راہ میں دینا ہے۔اس رسم کو تم توڑ نہیں سکتے اور نہ اس کو توڑ کر برادری کے اندر رہ سکتے ہو،یہ سب سے بڑی بات ہے،جو میں نے تم سے کہی ہے۔اس کو غور سے سن لو۔اور پوری پابندی کے ساتھ اس پر کاربند ہو جاؤ۔

نماز جمعہ کے متعلق تاکید:

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں،وہ نماز جمعہ کے متعلق ہے۔کسی طرح اس کو اپنے اوپر اتنا لازم کر لیں۔کہ جمعہ میں شمولیت سے کوئی عذر روک کا موجب نہ ہو۔یہ نہ کہو۔کہ فراغت نہیں ملتی۔فراغت کر لو۔ملازمت میں ہو تب بھی،اور کوئی اور کاروبار ہو تب بھی،فراغت کر لینا کوئی مشکل امر نہیں۔صرف عزم کی کمی ہے۔عزم کر لو تو سب کام ہو جاتے ہیں۔اپنے آپ کو پابند کر لو کہ ایک آنہ فی روپیہ اپنی آمدنی میں سے ضرور دینا ہے۔کوئی مشکل تمہارے سامنے نہ رہے گی۔اور تمہارے سب کام یونہی چلتے رہیں گے۔اسی طرح اپنے اوپر لازم کر لو۔کہ جمعہ میں ضرور شامل ہونا ہے۔پھر کوئی روک رستہ میں نہ رہے گی۔
فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (پیغام صلح 30 اکتوبر 1941ء)

اعتکاف غارِ حرا کی یادگار

از: قاری غلام رسول صاحب

خلوت اور تنہائی میں تعلق باللہ پیدا کرنا تفکر و تدبر اور تزکیہ نفس کرنے کا ایک طریقہ ہے جو بہت قدیمی ہے اور انبیاء کرام اور اولیائے کرام بلکہ تمام صلحاء کی سنت ہے۔ قرآن وحدیث دونوں میں اعتکاف کا ذکر موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”اور جب تم مساجد میں اعتکاف کرو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو“۔ (البقرہ ۲: ۱۸۷)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے عہد لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ میرے گھر (خانہ کعبہ) کو پاک صاف رکھو طواف اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے“۔ (البقرہ ۲: ۱۲۵)

ان آیات کی وجہ سے اعتکاف اور گوشہ نشینی صلحاء کا طریقہ ہے گوشہ تنہائی میں کچھ عرصہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کے لئے بیٹھ جانا اور تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن اور روحانی ترقی کے لئے اپنے اوپر کچھ جائز پابندیاں لگا لینا اور خورد ونوش کم کر دینا اور ازدواجی تعلق سے رُکنا اور زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کے ذکر، تسبیحات و ظائف، تلاوت قرآن اور فہم قرآن، مطالعہ احادیث اور شب بیداری اور نوافل میں گذارنا یہ تمام چیزیں محمود و مطلوب ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت سے پہلے مکہ معظّمہ سے باہر غارِ حرا میں جایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں آپؐ کے لئے کھانے پینے کا کچھ سامان لے کر جاتی تو وہاں جا کر دیکھتی کہ ابھی کھانے پینے کا پہلا سامان پڑا ہے اور آپؐ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔

اعتکاف کا مفہوم اور اقسام

اعتکاف کا لفظی معنی ٹھہرنا اور رُکنا ہے شریعت کی اصطلاح میں مقررہ مدت کے لئے مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف کہلاتا ہے۔ عورتوں کے لئے مسجد شرط نہیں۔ وہ گھر کے کسی گوشہ میں جو نماز کے لئے مخصوص ہو اعتکاف کر سکتی ہیں۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱): اعتکاف واجب

(۲): اعتکاف سنت

(۳): اعتکاف نفل یا مستحب

اعتکاف واجب یہ ہے کہ اگر کسی نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا تو اب کام ہونے کے بعد اعتکاف کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”اپنی نذر کو پورا کرو“۔ (الدھر ۷)

اعتکاف سنت رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے یعنی (۲۰) بیس رمضان المبارک کو غروب آفتاب سے لے کر عید الفطر یعنی شوال کا چاند نظر آنے تک ہے اور اعتکاف مستحب یہ ہے کہ جب بھی مسجد میں آئے اعتکاف کی نیت کرے جب مسجد سے باہر نکلے گا تو یہ اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ فقہ حنفی کی رو سے اعتکاف واجب اور سنت کے لئے روزہ شرط ہے بغیر روزہ اعتکاف درست نہ ہوگا۔ معتکف اگر بلا عذر مسجد سے نکلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا واجب ہوگی۔ لیکن مستحب اعتکاف کے لئے یہ شرط نہیں۔

تاہم معتکف طبعی و شرعی ضروریات کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ طبعی ضروریات جیسے پیشاب، پاخانہ، وضوع و غسل اور شرعی ضروریات جیسے عید یا جمعہ کی نماز کے لئے دوسری مسجد میں جانا اگر یہاں جمعہ اور عید کی نماز کا اہتمام نہ ہو۔ تاہم بعض اہل علم کے نزدیک معتکف نماز جنازہ اور مریض کی عیادت کے

لئے بھی جاسکتا ہے۔ اگر شروع میں نیت کرلی ہو۔ معتکف کے لئے اپنی بیوی سے صرف ازدواجی تعلق منع ہے، باقی تعلقات جیسے بات چیت کرنا، گھر کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا اور اشیائے خوردونوش وصول کرنا منع نہیں۔ معتکف کا ثواب کی نیت سے خاموش رہنا منع ہے اُسے ضرورت کے وقت بات چیت کرنا چاہیے۔ اور اگر معلم ہے تو اسے درس وتدریس اور خطبہ جمعہ دینا چاہیے اور لوگوں کو دینی مسائل بتانا چاہیے کہ یہی اعتکاف کا مقصد ہے۔

معتکف دنیوی باتوں اور فضول قصے کہانیوں میں وقت ضائع نہ کرے۔ اپنا وقت تلاوت قرآن، مطالعہ احادیث، استغفار اور درودِ شریف اور کثرت نوافل میں گذارے۔ معتکف کے لئے ضروریات زندگی کی خرید وفروخت جائز ہے بشرطیکہ خرید وفروخت کی چیز مسجد میں نہ ہو۔ ڈاکٹر کا اعتکاف کی حالت میں مریض کو مشورہ دینا اور نسخہ لکھ کر دینا جائز ہے کہ خدمت انسانیت خود عبادت ہے۔ اعتکاف کی قضاء صرف قصداً توڑنے سے ہی نہیں بلکہ اگر کسی عزر کی وجہ سے اعتکاف ختم ہوگیا۔ مثلاً بیمار ہوگیا یا عورت کو حیض آ گیا اور اعتکاف ختم ہوگیا تو ایسی صورت میں بھی قضاء ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری) تاہم یہ حکم صرف اعتکاف واجب اور سنت کے لئے ہے۔ مستحب اعتکاف کا نہیں کیونکہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ نہ روزہ شرط ہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر سنت سے ثابت ہے۔ ہر محلّہ کی مسجد میں چند افراد کے اعتکاف کر لینے سے سب کی طرف سے ادائیگی ہوجائے گی۔ لیکن اگر تمام لوگ چھوڑ دیں گے تو تمام اہل محلّہ ترکِ سنت کے مجرم ہوں گے۔ اور معاذ اللہ ترکِ سنت شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محرومی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور اپنے احکامات کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان المبارک کی برکات وانوار سے حصہ عطا فرمائے اور اعتکاف کی برکتیں عطا فرمائے اور لیلتہ القدر میں اپنا قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دورہ جات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

راولپنڈی:

مورخہ 12 جولائی 2014ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جنرل سیکرٹری صاحب نے راولپنڈی جماعت کا دورہ کیا جہاں دیگر مقامی جماعتوں کے احباب بھی مدعو تھے۔

اس موقع پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جنرل سیکرٹری صاحب نے ''ثابت قدمی اور استقامت دین'' پر درس دیا۔

ملتان:

مورخہ 27 جولائی 2014ء حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جنرل سیکرٹری صاحب نے ملتان جماعت کا دورہ کیا اور انہوں نے احباب جماعت سے ملاقاتیں کیں۔

وفات حسرت آیات

سرینام

احباب جماعت کو انتہائی دُکھ سے اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور سرینام کے سابقہ نائب صدر جناب ڈاکٹر خلیل غفور خان صاحب وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم دین کی خدمت میں پیش پیش رہنے والوں میں سے تھے۔ تمام قارئین سے درخواست ہے کہ مرحوم کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے خصوصی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ٹرینیڈاڈ

محترمہ سکینہ رفیق صاحبہ انتقال فرما گئی ہیں۔

تمام قارئین سے درخواست ہے کہ ان کے درجات کی بلندی اور مغفرت کی دعا کریں۔

اسلام امن وسلامتی کا مذہب

از: فضل حق صاحب

اسلام سے قبل دنیا اندھیری تھی ۔ ہر طرف ظلم وستم کا دور دورہ تھا۔ امن و امان نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی ۔ کبھی رنگ ونسل کے نام پر، کبھی زبان وتہذیب کے عنوان سے انسانیت کو اتنے ٹکڑوں میں بانٹ دیا گیا تھا اور ان ٹکڑوں کو باہم اس طرح ٹکرایا گیا تھا کہ آدمیت چیخ پڑی تھی۔ اس وقت کی تاریخ کا آپ مطالعہ کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ پوری دنیا بدامنی و بے چینی سے لبریز تھی۔ وہ پسماندہ علاقہ ہو یا ترقی یافتہ اور مہذب دنیا، روم وافرنگ ہو یا ایران و ہندوستان، عجم کا لالہ زار ہو یا عرب کے صحراء وریگزار ساری دنیا اس آگ کی لپیٹ میں تھی۔

اسلام نے پہلی بار دنیا کو امن ومحبت کا باقاعدہ درس دیا اور اس کے سامنے ایک پائیدار ضابطہ اخلاق پیش کیا جس کا نام ہی ''اسلام'' رکھا گیا یعنی دائمی امن وسکون اور لازوال سلامتی کا مذہب'' یہ امتیاز دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہیں، اسلام نے مضبوط بنیادوں پر امن وسکون کے ایک نئے باب کا آغاز کیا اور پوری علمی واخلاقی قوت اور فکری بلندی کے ساتھ اس کو وسعت دینے کی کوشش کی ۔ آج دنیا میں امن وامان کا جو رجحان پایا جاتا ہے اور ہر طبقہ اپنے اپنے طور پر کسی گہوارۂ سکون کی تلاش میں ہے ۔ یہ بڑی حد تک اسلامی تعلیمات کی دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام دین امن ہے اور یہ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ ونسل سے ہو، جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے۔

ایک اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم اقلیتوں کی عزت اور جان ومال کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر بالعموم اور اسلامی ریاست پر بالخصوص فرض ہے ۔ اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کی طرف سے انہیں پہلا حق جو حاصل ہے اس کے تحت انہیں ہر قسم کے خارجی اور داخلی ظلم وزیادتی کے خلاف تحفظ میسر ہے تاکہ وہ مکمل طور پر امن وسکون کی زندگی بسر کرسکیں۔

حضور نبی اکرم صلعم نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر پوری نسل انسانی کو عزت، جان اور مال کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے ۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو گے''۔ (بخاری شریف)

جس معاشرہ کا شیرازۂ امن بکھیرتا ہے اس کی پہلی زد انسانی جان پر پڑتی ہے۔ اسلام سے قبل انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہ تھی مگر اسلام نے انسانی جان کو وہ عظمت واحترام بخشا کہ ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ مقرر کردیا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے (بدلہ کے) یا زمین میں فساد پھیلا کر مار ڈالے تو گویا اس نے سب کو مار ڈالا اور جو کوئی اس کو زندہ رکھے تو گویا اس نے سب کو زندہ رکھا''۔ (سورۃ المائدہ ۳۲)

انسانی جان کا ایسا عالم گیر اور وسیع تصور اسلام سے قبل کسی مذہب وتحریک نے پیش نہیں کیا تھا۔

اسی آفاقی تصور کی بنیاد پر قرآن اہل ایمان کو امن کا سب سے زیادہ مستحق اور علمبردار قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''پس دونوں گروہوں میں سے کون امن کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا۔ انہی کے لئے

امن ہے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں''۔(سورۃ الانعام:۸۲۔۸۱)

اسلام قتل و خونریزی کے علاوہ فتنہ انگیزی، دہشت گردی اور جھوٹی افواہوں کی گرم بازاری کو بھی سخت ناپسند کرتا ہے۔ وہ اس کو ایک جارحانہ اور وحشیانہ عمل قرار دیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:''اصلاح کے بعد زمین میں فساد برپا مت کرو''۔

(سورۃ الاعراف ۵)

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا''(سورۃ القصص:۷۷)

اسلامی معاشرے میں مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اقلیتوں سے نیکی، انصاف اور حسن سلوک پر مبنی رویہ اختیار کریں۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ:''اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے''۔

(سورۃ الممتحنہ ۶۰۔۸)

امن ایک بہت بڑی نعمت ہے۔قرآن نے اس کو عطیہ الٰہی کے طور پر ذکر کیا ہے۔

ترجمہ:''اہل قریش کو اس گھر کے رب کی عبادت کرنی چاہیے جس رب نے انہیں بھوک سے بچایا، کھانا کھلایا اور خوف و ہراس سے امن دی''۔

(سورۃ القریش)

اسلام میں امن کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت (حرم مکہ) کو گہوارۂ امن قرار دیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:من دخلہ کان آمنا اس کے سایہ میں داخل ہونے والا ہر شخص صاحب امان ہوگا۔احادیث میں بھی زمین میں امن و امان برقرار رکھنے کے سلسلے میں متعدد ہدایات موجود ہیں۔مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''صاحب ایمان'' کی علامت یہ قرار دی ہے کہ اس سے کسی انسان کو بلاوجہ تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ترجمہ:''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے جان و مال کو کوئی خطرہ نہ ہو''۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۲۶۲۷)

ایک اور موقع پر ظلم و تنگ نظری سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ:''ظلم سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت کی بدترین تاریکیوں کا ایک حصہ ہے، نیز بخل و تنگ نظری سے بچو، اس چیز نے تم سے پہلے بہتوں کو ہلاک کیا ہے۔اسی مرض نے ان کو خونریزی اور حرام کو حلال جاننے پر آمادہ کیا۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۵۷۸)

بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

ترجمہ:''مومن نہیں ہو سکتا اللہ کی قسم مومن نہیں ہو سکتا، کسی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ کی قسم دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کون مومن نہیں ہو سکتا؟ فرمایا کہ جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں''۔

(بخاری: حدیث نمبر ۶۰۱۶)

حضرت جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ:''اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا''۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۳۷۶)

اس طرح کی متعدد روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں ظلم و جبر سے بچنے، پُر امن زندگی گذارنے، دوسروں کے حقوق کی ادائیگی، فتنہ و شر انگیزی سے اجتناب اور خیر کی اشاعت، عمل خیر میں زیادہ سے زیادہ شرکت، روئے زمین میں ایک امن پسند خوشگوار اور مثبت ماحول کی تشکیل، عام انسانوں کے ساتھ (خواہ وہ کسی بھی مذہب و قوم سے تعلق رکھتا ہو) فراخدلی و رواداری اور

ہر مذہب وقوم کے مذہبی روایات وشخصیات کے احترام کی پرزور تلقین کی گئی ہے، نیز اس سلسلے میں عہد رسالت کے جو قیمتی ''علمی'' نمونے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم سارے کے سارے فرمانبرداری میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

(البقرہ:۲۰۸)

امت مسلمہ نے ان اخلاقی اور قانونی ہدایات اور عہد رسالت کے علمی نمونوں کو ہر دور میں پوری اہمیت دی اور روئے زمین پر ایک پُر امن قوم کی حیثیت سے اپنی پہچان قائم کی۔ مسلمانوں نے اس مقصد کے لئے غیر مسلموں کے ساتھ بھی فراخدلانہ رویہ اختیار کیا۔ ان کے حقوق وجذبات کی رعایت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح قیام امن کا عمل متاثر نہ ہو خواہ اس کے لئے ان کو بڑی سے بڑی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ مسلمانوں کی انہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی صدیوں پرانی تاریخ میں فرقہ وارانہ فسادات اور خونریز ہنگاموں کا دور دور تک کوئی نشان نہیں ملتا۔ مسلمانوں کے امن پسند ہونے کی اس سے بڑی شہادت کیا ہو سکتی ہے؟

اسلامی عہد حکومت کے مختلف ادوار سے بعض نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

عہد رسالت کے بعد تاریخ اسلامی کا سب سے بڑا قیمتی عہد؛ عہد صدیقی ہے۔ اس عہد کا ابتدائی حصہ اگرچہ ہنگامی حالات سے لبریز ہے مگر اس کا زیادہ تر تعلق خارجی ہے۔ داخلی طور پر ملک میں کوئی بدامنی نہیں تھی اور بالخصوص غیر مسلموں کے ساتھ پوری رواداری اور فراخدلی کا ماحول قائم تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو ممالک فتح ہوئے؛ وہاں غیر مسلم آبادی کے حقوق کا مکمل لحاظ رکھا گیا۔ خیبر فتح ہوا تو وہاں کے عیسائیوں سے یہ معاہدہ ہوا کہ ان کی خانقاہیں اور گرجا گھر منہدم نہ کئے جائیں گے، ان کا وہ قصر نہیں گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے تھے۔ ان کے ناقوس اور گھنٹے بجانے پر پابندی نہ ہوگی۔ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے پر ممانعت نہ ہوگی۔ اسی معاہدہ میں یہ بھی تھا کہ یہاں کے ذمیوں کو فوجی لباس کے علاوہ ہر طرح کی پوشاک پہننے کی اجازت ہوگی بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔

آپ کے عہد خلافت میں ایک غیر مسلم عورت کا ہاتھ ایک مسلمان افسر نے صرف اس جرم میں کٹوا دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی ہجو میں اشعار گاتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس افسر کو تنبیہ فرمائی کہ اگر وہ عورت مسلمان تھی تو کوئی معمولی سزا دینی چاہیے تھی اور اگر ذمی تھی تو جب ہم نے اس کے کفر وشرک سے درگذر کیا تو یہ تو اس سے فروتر چیز تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد پوری دنیائے حکمرانی کی تاریخ میں ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ ملک کی ترقی وخوشحالی، امن وامان کی بحالی، داخلی سلامتی، خارجی سیاست، پیداوار میں اضافہ، ایجادات وانکشافات اور علمی تحقیقات کے لحاظ سے یہ عہد اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد چشم فلک نے اس سرزمین پر اتنا خوبصورت عہد حکومت دوبارہ نہیں دیکھا جس میں ہر شخص اپنے کو محفوظ اور ترقی پسند محسوس کرتا تھا اور مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ بھی مکمل رواداری ملحوظ رکھی جاتی تھی۔

آپ کے عہد میں بیت المقدس فتح ہوا تو خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں وہاں کے لوگوں سے یہ معاہدہ ہوا کہ: یہ وہ فرمان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین نے ایلیاء کے لوگوں کو دیا؛ کہ ان کا مال، گرجا، صلیب، تندرست بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہیں۔ اس طرح کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا، اور نہ ہی ان کے صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا، ایلیاء والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ منتقل ہونا چاہے تو ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے؛ یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائے اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا، رسول کا، خلفاء کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ وہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔'' (الفاروق شبلی)

اسی طرح ایک مرتبہ مصر میں گھوڑوں کی ریس ہو رہی تھی۔ حضرت عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہ جو مصر کے فاتح اور اس کے پہلے اسلامی گورنر تھے ان کے صاحبزادہ بھی اس ریس میں شریک تھے۔ مقابلہ میں ایک قبطی کا گھوڑا ان کے گھوڑے سے آگے بڑھنے لگا تو انہوں نے اس کے گھوڑے کو ایک کوڑا رسید کیا۔ وہ احتجاجاً رُک گیا تو انہوں نے اس قبطی کو ایک کوڑا لگایا اور کہا کہ میں ایک شریک زادہ ہوں تم نے مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کیوں کی؟ قبطی نے اس واقعہ کا مقدمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہاں پیش کیا۔ آپ نے گورنر صاحب اور ان کے صاحبزادہ دونوں کو طلب کیا اور فرمایا: تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا ہے؟ حالانکہ سارے انسان اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے ہیں، پھر آپ نے قبطی کے ہاتھ میں کوڑا دے کر حکم دیا کہ: اس شریف زادہ کے سر پر ویسا ہی پھیرو جیسا کہ اس نے تمہارے سر پر پھیرا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عہد بھی امن و امان کی بحالی، مختلف قوموں کے ساتھ رواداری، داخلی سلامتی اور ترقی و خوشحالی کے لحاظ سے مثالی تھا۔ متعدد ممالک کی داخلی صورت سے باخبر رہنے کے لئے آپ سرکاری وفود بھیجا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن منبر پر پہنچ کر اطراف کے ملک کی خبریں پوچھتے اور عام اعلان کرتے کہ: اگر کسی کو کسی سرکاری افسر سے شکایت ہو تو حج کے موقع پر آ کر بیان کرے۔ اس موقع پر تمام افسروں کو بھی فوری طور پر طلب کر لیتے تھے؛ تاکہ شکایتوں کی تحقیقات ہو سکے"۔ (مسند احمد بن حنبل ص: ۷۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد بظاہر سخت انتشار و خلفشار سے پُر ہے اور سخت ہنگاموں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرصت نہ مل سکی مگر اس کے باوجود غیر مسلم اقلیتوں، اسی طرح غیر جانبدار طبقات کی سلامتی کے باب میں کسی جز پر انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کے عہد میں ایک گورنر عمرو بن مسلم کی سخت مزاجی کی بعض شکایات آپ کو ملیں تو آپ نے فوراً اس کے ازالہ کی طرف توجہ فرمائی۔

یہ تو خیر خلفائے راشدین کا عہد تھا جس سے بہتر اسلامی حکمرانی کا نمونہ ملنا مشکل ہے؛ لیکن بعد کے ادوار میں بھی مسلم حکمرانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور مروت کی۔ اس روایت اور نظام امن کے اس سلسلے کو باقی رکھا اور تاریخ حکمرانی میں اس کی زریں مثالیں قائم کیں۔

یاد آ گیا

ابوارشد مرحوم و مغفور

جب بہار آئی مجھے اپنا چمن یاد آگیا
حضرت اقدسؒ کا دورِ ضوفگن یاد آگیا
دل میں ''نُوردیں'' کی باتیں چٹکیاں لینے لگیں
خواجہ ''حسن بیاں'' شیریں سخن یاد آگیا
طوطئ اسلام وہ جادو بیاں عبدالکریم
تھا نقیبِ مہدی شاہِ زمن یاد آگیا
آتشِ خوں سے بھی کھیلے ہیں شہید عبدالطیف
حق کی خاطر تھا ہمارا کیا چلن یاد آگیا
اور پھر اقصائے عالم پر اُٹھی میری نظر
ایک ''سلطان القلم'' باطل شکن یاد آگیا
ہے محمدؐ اور علیؓ کے نام سے مشہور وُہ
تھا جو رُوح و جسم و جانِ انجمن یاد آگیا
نورِ عرفاں سے بھری وہ مجلسیں یاد آگئیں
جوش فتح بحر و برکوہ و دمن یاد آگیا
اور اُن قدّوسیوں کے درمیاں بیٹھا ہوا
وہ مسیح وقت گویا من و عن یاد آگیا

☆☆☆☆

مولانا ابوالکلام آزاد

از: عامر عزیز الازھری

حالیہ ایام میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور کے حوالے سے مختلف اخبارات میں تبصرے اور کالم پڑھ کر ان کی علمی، ادبی، دینی، سیاسی اور سماجی خدمات سے متعلق آگاہی ہوئی۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان کی ہمہ جہت شخصیت برصغیر میں اہم مقام رکھتی ہے۔ مرحوم کا اگرچہ جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہ تھا مگر وہ اس تحریک کے بانی اور تحریک کی خدمات سے کس قدر متاثر تھے وہ ان کے مندرجہ ذیل اداریئے سے جو انہوں نے اخبار ''وکیل'' میں لکھا تھا واضح ہوتی ہے۔ یہ مضمون انہوں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم و مغفور کی وفات پر لکھا تھا۔

امید کی جاتی ہے کہ یہ تاریخی مضمون بھی ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور کی خدمات اور ان کے کارناموں میں شامل رہے گا کہ حق کے لئے گواہی دینا معمولی امر نہیں بلکہ اس کے لئے پاک صاف دل کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان کے اس تعلق اور عقیدت کے اظہار کو عبدالمجید سالک مرحوم نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیا ہے۔ اس کا حوالہ بھی قارئین کی دلچسپی کے لئے شامل کیا جا رہا ہے۔

(اخبار ''وکیل'' امرتسر ۱۹۰۸ء)

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیڑیاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ یہ تلخ موت یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہ خاکِ پنہاں کر دی ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہے گی۔ اور قضا کے حملہ نے ایک جیتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتلِ عام کیا ہے صدائے ماتم مدتوں تک اس کی یاد تازہ رکھے گی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے امتدادِ زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو اُن تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ اُن کا ایک بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا اور اُس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔۔۔ مرزا صاحب اس پہلی صفِ عشاق میں نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارہ کیا کہ ساعت مہد سے لے کر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہاں ایک شاہد رعنا کے پیمان وفا پر قربان کر دے۔ سید احمد، غلام احمد، رحمت اللہ، آل حسن، وزیر خان

، ابومنصور یہ السابقون الاولون کے زمرہ کے لوگ تھے جنہوں نے باب مدافعت کا افتتاح کیا اور آخر وقت تک مصروف سعی رہے۔ تاہم اس نتیجہ کا اعتراف بالکل ناگزیر ہے کہ مخالفین اسلام کی صفیں سب سے پہلے انہی حضرات نے برہم کیں۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہوکر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے کا ان حضرات کے میراثی عارضہ قلب کا جو اسلام کی خود روسر سبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے ان میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا آتا تھا درمان ہو جائے کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہو۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اُڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہوکر اڑانے لگا۔ غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں انبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہوکر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے گا قائم رہے گا۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور ایک کثرت سے بڑے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کش مکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہے اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی ۔۔۔ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کردے۔"

(یاران کہن ص ۴۱۔۴۲ مصنفہ عبدالمجید سالک)

"جس زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد بھی بے ریش و بروت انسان تھے اور نوعمری کے باوجود علم و فضل اور لسانی اور طراری کے اعتبار سے اپنے ہمسروں اور ہمعصروں سے کوسوں آگے تھے بمبئی میں آغا حشر ابوالنصر اور نظر علی خان کے ساتھ عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کیا کرتے تھے اور اپنے اہتمام سے ایک ماہانہ رسالہ البلاغ بھی نکالتے تھے۔ مناظروں کے سلسلے میں انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض ایسی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلے میں اسلام کی حمایت کی گئی تھی۔ یاروں کا مجمع تو فیصلہ ہی کر چکا تھا کہ پنجاب جائیں اور مرزا صاحب سے ملیں۔ بہرحال مولانا ابوالکلام آزاد مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرت اسلامی اور حمیتِ دینی کے قدردان ضرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار "وکیل" کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدماتِ اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے اور وہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے"۔

☆☆☆☆

عید سب کے لئے

از: قاری ارشد محمود صاحب

اسلام دینِ فطرت اور دین کامل ہے جو انسانی فطرت کے ہر پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انسان کو اللہ اور انسان کو انسان سے جوڑتا ہے۔ اسلام وہ واحد دین جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان سے ترکِ دنیا کا مطالبہ نہیں کرتا، جو دنیاوی نعمتوں اور خوشیوں سے منہ پھیرنے کا مطالبہ نہیں کرتا اور یہی اس کی سب سے بڑی خوبصورتی ہے کہ اگر اسلام روزے کی ریاضت فرض کرتا ہے تو عید کی خوشیاں بھی عطا کرتا ہے اور اس کا انتظام بھی کرتا ہے کہ یہ خوشیاں صرف مالداروں تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ غرباء و مساکین بھی اس لطف میں شامل ہوسکیں۔ یہی نہیں بلکہ ان خوشیوں کو بھی عبادت کا درجہ عطا کرتا ہے۔

روزہ عملی عبادت ہے۔ انسان اپنی بھوک پیاس کی تکلیف سے دوسروں کی بھوک پیاس کی تکلیف کو جاننے کے قابل ہوتا ہے جس سے ہمدردی اور شفقت کے جذبات کا پیدا ہونا منطقی اور انسانیت کی فلاح مقصود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان پر روزے کے ساتھ صدقہ الفطر بھی فرض ٹھہرا دیا گیا ہے۔ روزے سے انسان اپنے نفس کو قابو کرنے کے قابل ہوتا ہے تو پھر اللہ کی رضا اور انسانیت کی فلاح کے لئے مال خرچ کر کے روحانیت کی دنیا میں ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے۔ صدقہ الفطر ہر عمر کے مسلمانوں پر فرض ہے، قطع نظر عمر اور مالی حیثیت۔

روزے کی حالت میں انسان سے بتقاضائے بشریت جو غلطیاں اور کوتاہیاں ہو جاتی ہیں صدقہ الفطر ان کا کفارہ ہے۔ صدقات کی طرح صدقہ الفطر بھی غربا میں تقسیم کرنا ضروری ہے جو اشیاء خورد ونوش کی صورت میں بھی دیا جا سکتا ہے اور نقدی کی صورت میں بھی۔ اشیاء خورد ونوش (غلہ) کی صورت میں دینے پر مقدارِ پونے تین سیر بنتی ہے جبکہ نقدی کی صورت میں اس کی قیمت (جو کہ عموماً حکومت اعلان کر دیتی ہے)۔

صدقہ فطر کا وقت بھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کر دیا ہے جو کہ نماز عید سے قبل دیا جانا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ''صدقہ الفطر عید جانے سے پہلے ادا کرو'' (بخاری) جبکہ روایت ہے کہ ''عبداللہ بن عمرؓ عید سے دو دن پہلے ہی صدقہ الفطر مساکین کو دے دیا کرتے تھے''۔

عام طور پر لوگ صدقہ الفطر عید کی نماز سے پہلے ادا کرتے ہیں مگر بہتر یہی ہے کہ چند دن قبل ہی دے دیا جائے تا کہ غرباء بھی عید کی خوشیوں میں شامل ہوسکیں۔

رمضان المبارک کے اختتام پر عید الفطر منائی جاتی ہے۔ عید کا مطلب ہے ''خوشی کا دن''۔ یہ خوشیوں بھرا دن اللہ رب العزت کی طرف سے تمام مسلمانوں کے لئے تحفہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عید کی خوشی کا آغاز چاند رات سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو بھی خاص فضیلت عطا کی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات کو عبادت سے زندہ رکھا اس کا دل اس دن نہ مرے گا جبکہ سب دل مر جائیں گے۔ یعنی فتنوں کے زمانہ میں یا حشر کے دن شاداں و فرحاں ہوں گا۔

خوشیوں بھرا عید کا دن عام انسانی تہواروں کی طرح غفلت کی ترغیب نہیں۔ نماز عید انسان کے لئے یہ درس ہے کہ خوشیاں ملنے پر بھی غفلت اختیار نہیں کرتی، رسول اللہ صلعم نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کر کے اعتدال کا درس دیا ہے یعنی اللہ نے جو خوشیوں کے اسباب انسان کے لئے پیدا کئے ہیں ان سے منہ نہیں موڑنا چاہیے۔

نمازِ عید کسی کھلی جگہ پڑھنا سنت ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ”صحرا اور میدان میں نمازِ عید پڑھنا نبیؐ کی سنت ہے“ جبکہ بارش اور دیگر شرعی عذر کی وجہ سے نمازِ عید مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے نمازِ عید رسول اللہ صلعم نے مسجد میں پڑھائی“ عید کی نماز میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:

”ہمیں دربارِ نبوی صلعم سے حکم ہوا کہ ہم حائضہ اور پردہ نشین مستورات کو بھی عیدین میں (اپنے ہمراہ) نکالیں تاکہ وہ مسلمانوں کی دُعا اور جماعت میں شامل ہوجائیں، لیکن حائضہ نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔“ ایک خاتون نے عرض کیا: اے رسول خدا صلعم بعض دفعہ کسی کے پاس چدّر نہیں ہوتی۔ فرمایا: اس کی سہیلی اپنی چدّر میں اسے چھپا کر لے آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں اور ازواجِ مطہرات کو عیدین میں لے جایا کرتے تھے۔ عید گاہ کو پیدل آنا جانا اور آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا سنت ہے۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

نمازِ عید صرف دو رکعت ہوتی ہے۔ اس سے قبل نہ اذان ہوتی ہے اور نہ ہی اقامت جبکہ پہلی رکعت میں قرات سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں اور ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اور نماز کے بعد عید کا خطبہ دیا جاتا ہے۔

عید کی نماز کے بعد مسلمانوں کا آپس میں ملنا اور عید کی مبارکباد دینا بھی مسنون ہے۔

☆☆☆☆

دعائے شفاء

مریضوں کی عیادت اور شفاء وتندرستی کی دُعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ اس لئے احباب جماعت سے درخواست ہے کہ مریضوں کو اپنی دعاؤں میں خصوصی طور پر یاد رکھیں۔

ملک اور بیرون ملک سے جن احباب نے دُعا کی درخواست کی ہے:

پشاور:

صاحبزادہ سید لطیف صاحب (سیکرٹری مقامی جماعت) علیل ہیں۔ تمام قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔

بشارت احمد صاحب (شیخ محمدی) دل کے عارضے میں مبتلا ہیں۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

لاہور:

محترم جناب ارشد علویٰ صاحب اور مسز ارشد علویٰ صاحبہ کی تندرستی اور مکمل شفاء کاملہ کے لئے دردِ دل سے دعا کی اپیل ہے۔

ٹرینیڈاڈ

جناب عنایت محمد صاحب (صدر احمدیہ مسلم لٹریری ٹرسٹ) کی صحت علیل ہے۔ ان کی طرف سے جماعت کے احباب کو مکمل صحت یابی کے لئے دعا کی اپیل کی جاتی ہے۔

سرینام

محترمہ خالدہ بیداللہ صاحب کامیاب آپریشن کے بعد روبصحت ہیں۔ قارئین سے صحت کاملہ کی دعا کی درخواست ہے۔

☆☆☆☆

درس قرآن ۔۴۲

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ”اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ وہ حی و قیوم ہے ۔ اس پر نہ اونگھ غالب آتی ہے نہ نیند ۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ۔ وہ کون ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے سوائے اس کی اجازت کے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے ۔ اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے ، سوائے اس کے جو وہ چاہے ۔ اس کا علم (یا اس کی حکومت) آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے اور ان دونوں کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں اور وہ بہت اعلیٰ اور عظمت والا ہے ۔“

(سورۃ البقرہ ۲:۲۵۵)

آج جو آیت میں نے پڑھی ہے وہ مشہور ”آیت الکرسی“ ہے ۔ جس کی فضیلت کا ذکر احادیث نبوی میں ہے اور فرض نمازوں کے بعد اسے پڑھنے کی تاکید ہے ۔ پچھلے درس میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کی پیدائش اور زندگی کا مقصد دولت کمانا نہیں (جیسا کہ آج دنیا میں چاروں طرف نظر آتا ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا اور پانا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ۔ چونکہ دنیاوی دولت کمانا انسان کے دل اور دماغ پر اس قدر غالب آجاتا ہے کہ انسان دولت کی محبت اور لالچ میں ایسا مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ ساری عمر اسی میں گنوا کر پھر خالی ہاتھ اس دنیا سے چلا جاتا ہے اور چونکہ دولت کی محبت اور تلاش انسان کو اپنی اخلاقی اور روحانی ترقی سے بالکل غافل کر دیتی ہے بلکہ انسان کے اندر اخلاقی برائیاں پیدا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ جرائم اور لوٹ مار قتل و غارت تک پر اُتر آتا ہے ۔ اس لئے اسلام کے سوا دوسرے مذاہب نے دولت اور دنیا میں پڑنا اخلاقی اور روحانی ترقیات کے لئے اس قدر خطرناک بتایا کہ دنیا کو چھوڑ کر راہب یا نن یا سادھو یا بھکشو بننے میں انسان کی نجات سمجھی ۔ مگر تھوڑے ہی لوگ اس طرح دنیا کو ترک کرتے ہیں ۔ اور نسل انسانی کی بھاری اکثریت کا دنیا کو بالکل ترک کرنے کو یا رہبانیت کو رڈ کرنا خود بتاتا ہے کہ رہبانیت انسانی فطرت کے خلاف ہے ۔ پھر اگر سارے انسان راہب بن جاتے تو تمام انسانی ترقیات جو ہوئی ہیں وہ ناممکن ہوتیں اور دنیا کی تمام آبادی ایک ہی نسل میں ختم ہو جاتی کیونکہ راہب یا نن، یا سادھو یا بھکشو شادی بھی نہیں کر سکتے ۔ طُرفہ تماشہ یہ ہے کہ رہبانیت میں اخلاقی و روحانی ترقیات ممکن نہیں جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔

اسلام جو دین فطرت ہے اس نے کسی فطرتی خواہش کو حرام نہیں کیا۔ بلکہ فطرتی خواہشات کو قابو میں لا کر اخلاقی اور روحانی ترقیات کا ذریعہ بنایا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ کہ اسلام کیا اعلیٰ اور برتر مذہب ہے اور کس قدر ضرورت ہے کہ دنیا جو اسلام کے بغیر تاریکیوں میں بھٹک رہی ہے اُسے اسلام کا نور اور ہدایت پہنچائی جائے ۔ مثلاً اسی دولت کے مسئلہ کو لے لیجئے ۔ جو لوگ دولت کو چھوڑ کر خانقاہ یا آشرم میں یا پہاڑ پر تارک الدنیا ہو کر بیٹھ جاتے ہیں وہ علاوہ دنیاوی ترقیات کو حرام بنانے کے بہت سے اعلیٰ اخلاق سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ مثلاً سچ بولنا جبکہ جھوٹ بول کر انسان وقتی فائدہ اٹھا سکتا ہے یا اپنی جان بچا سکتا ہے کس قدر اعلیٰ اخلاق اور روحانی کمال ہے! مگر ایک راہب یا نن یا سادھو یا بھکشو کو اپنی خانقاہ یا آشرم یا پہاڑ کی چوٹی یا غار

میں نہ تو یہ آزمائش پیش آتی ہے اور نہ وہ اُس خلق عظیم کو حاصل کر سکتا یا روحانی ترقی کو پا سکتا ہے۔

اسی طرح دیانتداری کی عظیم الشان اخلاقی و روحانی خوبی بھی تبھی پیدا ہو سکتی ہے کہ انسان دنیا میں پڑے، دولت کمائے اور اس آزمائش میں پڑے کہ بددیانتی یا حرام کھانے کے مواقع اس کے آگے آئیں اور دنیاوی زندگی کی ضروریات کی وجہ سے اسے پیسہ کی ضرورت ہو مگر وہ دیانتداری اور ایمانداری کے لئے حرام مال پر لات مارے چاہے اس میں اپنا کتنا ہی نقصان ہو اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ تبھی اس میں دیانتداری اپنے اصل اور اعلیٰ رنگ میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح پاک دامنی یا عفت و عصمت جیسے اعلیٰ جوہر اس طرح نہیں پیدا ہو سکتے کہ مرد راہب یا سادھو یا بھکشو بن کر بالکل عورت سے دور ہیں اور عورتیں نن بن کر اپنے آپ کو ایک کانونٹ میں بند کر لیں بلکہ یہ اعلیٰ خوبیاں اسی طرح پیدا ہو سکتی ہیں کہ دنیا میں رہ کر اور مردوں عورتوں کے ملنے جلنے کے باوجود انسان مرد ہو یا عورت عفت اور عصمت کی خاطر ہر قسم کی کشش کے باوجود پاکدامنی کو ترجیح دی۔

پھر میاں بیوی کی زندگی میں اور ماں باپ ہو کر جو زندگی مرد و عورت گذارتے ہیں اس میں کس قدر اعلیٰ اخلاق حاصل کرنے کے مواقع ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک خاوند جو اپنی بیوی بچوں کے لئے رزق کماتا ہے اور اپنی جائز ضروریات کو قربان کر کے اپنی بیوی بچوں کی ضروریات مہیا کرتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح ماں جو ساری عمر اپنی اولاد کی نالائقیوں اور کمزوریوں کے باوجود اولاد پر ہر طرح رحم کر سلوک کرتی ہے اور بڑی سے بڑی قربانیاں اور تکلیفیں اٹھا کر اپنی اولاد کے لئے ہر قسم کے آرام اور سکھ کو مہیا کرتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات رحمٰن اور رحیم کا رنگ اپنے اندر پیدا کرتی ہے۔

میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں اور بھی دے سکتا ہوں۔ مگر میں پھر دولت کے مضمون پر آتا ہے جس کا ذکر پچھلے درس میں آج کی آیت سے معاً پہلے تھا۔ دوسرے مذاہب نے دولت کمانے کو روک سمجھا ہے۔ خدا کو پانے کے راستہ میں۔ اسلام وہ لاجواب مذہب ہے جس نے دولت کو ذریعہ بتایا خدا کو پانے کے لئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات رب العلمین، الرحمن، الرحیم کے ماتحت دولت کو بافراط اپنے تمام بندوں کو ساری عمر دیتا رہتا ہے۔ غریب سے غریب آدمی بھی کبھی بیٹھ کر حساب کرے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی عمر بھر میں لاکھوں کروڑوں روپیہ دیتا، اور کھانے پینے کی بے اندازہ سپلائی کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اس نے انسان کو اجازت دی ہے کہ وہ جتنا کما سکتا ہے دولت کو کمائے مگر تین شرطوں پر۔ اول تو وہ جو کمائے حلال کمائے حرام سے بالکل بچے چاہے اس کی وجہ سے اسے فاقے کرنے پڑیں۔ دوئم جو کماتا ہے اُسے اسی طرح ان مسکینوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کو بے دریغ دے جس طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کو دیتا ہے۔ اور خصوصاً دینی ضروریات کے لئے جن میں حفاظت و اشاعت اسلام سب سے بڑھ کر اور اعلیٰ ضرورت ہے۔ دل کھول کر اپنی دولت کو خرچ کرے اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے آگے جوابدہی کرنی ہوگی جس کا وعید بار بار قرآن کریم میں آیا ہے۔ تیسرے انسان دولت کمانے میں لگ کر یہ نہ بھول جائے کہ اس کی زندگی کا مقصد دولت کمانا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو پانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو پانے کا طریق اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے جو دولت کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں پر خرچ کرنے سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ میں اسی سبق میں پہلے بتا آیا ہوں مثلاً بیوی بچوں غریب رشتہ داروں یا ہمسایوں یا بیواؤں، یتیموں کی مالی امداد کرنے میں، قرضہ میں دبے ہوئے لوگوں کو چھڑانے میں یا دوسرے حاجت مندوں کی حاجتوں کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی صفات رب یا رزاق یا رحمٰن یا رحیم کی جھلک انسان اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور ان تمام صفات کو پانے کا ذریعہ دولت ان پر خرچ کرنے میں بن جاتا ہے۔ مگر پھر بھی

دولت بذات خود انسان کی پیدائش کا مقصد نہیں بلکہ وہ اعلیٰ مقصد جس کے لئے یہ تمام زمین وآسمان بنائے گئے اور خود اشرف المخلوقات یعنی انسان کو پیدا کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کو پانا ہے جو سب سے اعلیٰ دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ بذات خود کیا دولت اور نعمت ہے اس کا پتہ تو صرف وہی بتا سکتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا ہو۔ اور اسی لئے تمام انبیاء، اولیاء اور صلحاء اسی بڑی اور اعلیٰ دولت کو پا کر اس دنیا کی دولت اور پیسہ کو گھٹیا اور حقیر سمجھتے رہے۔

اس زمانہ کے امام اور مجدد صدی چہار دہم یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب بھی انہی بزرگوں میں سے تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پا کر کیا وجد میں آن کر لکھا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں۔

وہ فرماتے ہیں:

''کیا بد بخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اسے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں؟ کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں؟ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اگر تم جانتے ہوتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے؟ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو کہ تمہارے ہر ایک کام میں تمہارا مددگار ہے اور تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز نہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کو کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہیں انہوں نے مردار پر دانت مارے۔ وہ خدا سے بہت دور جا پڑے۔ انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جو جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔ ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے۔ جس نے ان کے اندرونی اعضا کاٹ دیئے ہیں۔ پس تم اس جذام سے ڈرو۔ میں تمہیں حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہیں کرتا، بلکہ اس سے کہ تم غیر قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اس خدا کو فراموش کر دو جو کہ اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے۔ اگر تمہاری آنکھ ہو تو تمہیں نظر آ جائے کہ خدا ہی خدا ہے باقی سب ہیچ ہے''۔

(کشتی نوح ص ۱۹۔۲۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا جو تصور حضرت اقدس نے مندرجہ بالا تحریر میں پیش کیا ہے اسی کی مزید جھلک اور نور ''آیت الکرسی'' میں ہے جس کی تفسیر میں انشاء اللہ اگلے درس میں کروں گا۔

☆☆☆☆

عید کے دن

(۱): عیدالفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا اور نماز عید سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

(۲): عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فطرانہ روزہ کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے۔ اس سے غرباء اور مساکین کو خرچہ مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے اور مساکین بھی عید کی خوشی سے محروم نہیں رہتے۔

(۳): نماز عید کو جاتے ہوئے ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

(۴): صدقہ عیدالفطر ہر فرد پر واجب ہے۔ عورتوں، بچوں اور ملازمین کا صدقہ گھر کے مالک کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کی کفالت کرتے ہیں۔

(۵): عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان، تکبیر، اقامت کوئی نہیں ہوتی۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں۔ تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔

(۶): نماز عید کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

(۷): عید کے دن آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو حسب توفیق ہدیہ اور تحائف دینا اور طعام میں شریک کرنا باہمی محبت بڑھانے میں نہایت ہی مستحسن چیز ہے۔

(۸): حضرت اقدس کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عیدالفطر کا بیشتر حصہ انجمن کے بیت المال میں جمع کراتے ہیں۔ اس لئے نماز سے قبل یہ صدقہ انجمن کے امین کے پاس جمع کرا دینا چاہیے۔

(۹): صدقہ عیدالفطر کے علاوہ حضرت اقدس کے حکم سے حسب حیثیت عید فنڈ کی ادائیگی بھی ہر ممبر جماعت کے لئے لازمی ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اس طرح اس خوشی کے دن اسلام کا بھی حق ہے۔ لہٰذا احباب اس فنڈ کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائیں اور فطرانہ و عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیج دیں۔ یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور مالی جہاد ہے۔

(۱۰): اس سال انجمن نے فی کس -/100 روپے فطرانہ مقرر کیا ہے۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔۵۔عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

ہر احمدی کو اپنی حیثیت وتوفیق کے مطابق

سلسلہ کی خدمت میں حصہ لینا چاہیے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر چندہ دیتا ہے اس کے رزق میں برکت دی جاتی ہے۔ جو شخص اپنی حیثیت وتوفیق کے موافق اس سلسلہ کی چند پیسوں سے امداد نہیں کرتا اُس سے اور کیا توقع ہوسکتی ہے۔ اس سلسلہ کو اس کے وجود سے کیا فائدہ؟ ایک معمولی انسان بھی خواہ کتنی ہی شکستہ حالت کا کیوں نہ ہو جب بازار جاتا ہے تو اپنی قدر کے موافق اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا ہے تو پھر کیا یہ سلسلہ جو اپنی عظیم الشان اغراض کے لئے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس لائق بھی نہیں کہ وہ اس کے لئے چند پیسے بھی قربان کر سکے؟ دنیا میں آج تک کونسا ایسا سلسلہ ہوا ہے یا ہے جو خواہ دنیوی حیثیت سے ہے یا دینی کہ بغیر مال کے چل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر ایک کام کو اسباب ہی سے چلایا ہے۔ پھر کس قدر بخیل وممسک وہ شخص ہے جو ایسے عالی مقصد کی کامیابی کے لئے ادنیٰ چیز مثل چند پیسے خرچ نہیں کر سکتا۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ حکم الٰہی پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح نثار کرتے تھے، مالوں کا تو کیا ذکر؟ ۔۔۔ مگر ایک وہ ہیں کہ ۔۔۔ اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے مگر مدد وامداد کے موقع پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں بھلا ایسی محبت دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہوسکتا ہے ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”جب تک تم اپنی عزیز ترین اشیاء کو اللہ جل شانہ کی راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو پا نہیں سکتے“۔

چاہیے کہ جماعت کا ہر ایک متنفّس عہد کرے کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق اتنا چندہ دیا کروں گا کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے رزق میں برکت دیتا ہے۔ (ملفوظات جلد ششم)

☆☆☆☆

فلسطینی بچوں کے نام

از: عامر عزیز الازہری

شرمندہ ہیں تم سے یہ فقط گفتار کے غازی

حرمتِ لہو طفلاں کیا جانیں اسرائیل کے نازی

پڑھ تو لیا ہے تمہاری مغموم آنکھوں کا سوال

جگایا بہت پر جاگتے نہیں افغانی و ایرانی و حجازی

تم چراغ اُمیدِ صبحِ تازہ نو جلائے رکھنا

ظلمتِ شبِ آخر ہے ظالم کے زوال کی غمازی

پوچھتے ہو قہر دشمناں کو روک پائے گا کون اب!

امت کے مجاہد کی اذان ہے فقط شانِ ماضی

بن گئے کھلونا نونہالان اغیار و اخیار کی سیاست کا

شکم جن کے بھرتے نہیں ہوں گے کیسے امن پہ راضی

میں کیسے تمہیں تتلیوں کے دیس کے خواب دکھاؤں

مر گئے فقط جو چند تھے پاس اپنے اسپ تازی

فقط دُعا سے یہ طوفان تھم نہ پائے گا عزیزؔ

وقت عمل ہے گر جیتنی ہے یہ خون کی بازی